جناب محمد عاصم حفیظ

امریکہ سفاکیت اور دو رنگی کا علمبردار

ایبٹ آباد آپریشن کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ قربانیاں دینے والا ہمارا ملک عالمی کٹہرے میں ہے۔ امریکہ نواز اور چند ڈالروں کی خاطر ایجنٹ پر تیار بیٹھے حکمران بھی امریکی تنقید کی زد میں ہیں۔ ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمرانوں نے دہشت گردی کے خلاف اس نام نہاد جنگ میں بہت سے ایسے افراد اور گروپس کہ جن کی پاکستان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی، ان کے خلاف بھی امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے بھرپور کارروائیاں کیں لیکن اس ساری ریاضت کے باوجود انکل سام غضبناک ہو چکا اور افغانستان کا غصہ پاکستان پر نکالنے کی باتیں اب مزید واضح طور پر کی جارہی ہیں۔ امریکی دوستی کی خاطر عوامی خواہشات کا خون کرنے والے ہر حکمران کو امریکہ کی جانب سے آخر کار ایسے ہی رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ اس نام نہاد سپر پاور نے دشمنوں سے کہیں بڑھ کر اپنے دوستوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ امریکہ کی جانب سے مختلف ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ گہری دوستی اور مفادات کے حصول کے بعد انہیں یکسر نظر انداز کر دینے کی کئی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔ اگر آج امریکی توپوں کا رخ پاکستان کی جانب ہے تو جناب تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جب امریکہ نے قریبی دوست ممالک اور حکمرانوں کو دھوکہ دیا اور انہیں نشان عبرت بنا کر رکھ دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کی دوستی اس کی دشمنی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ امریکہ کے چہیتے حکمرانوں کی عوامی مقبولیت میں جیسے ہی ذرا سی بھی کمی ہوتی ہے یا پھر انہیں شدید عوامی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو واشنگٹن میں بیٹھے پالیسی ساز کسی نئے چہرے کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ امریکہ نے کبھی بھی اپنے دوست حکمران کی دور اقتدار کے آخری ایام میں مدد نہیں کی بلکہ ایسے مناظر بھی دیکھے گئے کہ امریکی حمایت پر فخر کرنے والے اور امریکی خوشنودی کی خاطر اپنی عوام کی خواہشات کا گلا گھونٹنے والے حکمرانوں کو سیاسی پناہ تک دینے سے انکار کر دیا گیا۔ امریکہ ڈالروں کی بارش کر کے اور مختلف ڈراوے دے کر حکمرانوں کو دوست بناتا ہے۔ اگر کوئی سربراہ مملکت امریکی پالیسی پر عمل سے انکار کرتا نظر آئے تو اس کے خلاف محاذ شروع کرا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح دوست حکمرانوں کو بھی دباؤ میں رکھ کر من پسند مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکی ڈالرز نے آج تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتی بلکہ جیسے جیسے امریکی امداد بڑھنے کا چرچا ہوتا ہے اس ملک کے قرضوں کا انبار وسیع ہوتا جاتا ہے اور معاشی حالت بدترین۔ پاکستانی عوام کو تو ایسے حالات کا بخوبی اندازہ ہے۔ ملک میں کئی تحریکوں میں امریکی مداخلت کی باتیں اب راز نہیں رہیں جبکہ گزشتہ چند سالوں میں مہنگائی کی سطح اپنے عروج پر ہے۔ اسی طرح حالیہ دور میں ایران، وینزویلا سمیت کئی ممالک کے حکمران امریکہ مخالف سمجھے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں مختلف

سازشوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے دوبارہ انتخاب کے بعد امریکی خفیہ ایجنسیوں کی مدد سے پرتشدد مظاہرے کرائے گئے جن میں درجنوں افراد ہلاک ہوئے اور ان میں ملوث ہونے کا الزام خود امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن بھی کر چکی ہیں۔ ہوگوشاویز کو قتل کرنے کی کئی سازشیں ناکام ہو چکی ہیں تاہم تجارتی اور معاشی پالیسیوں کے حوالے سے اس کے خلاف نفرت بڑھائی جا رہی ہے۔ ہنڈارس کے صدر مینول زیلایا کو بھی کیوبا اور وینز ویلا کے ساتھ مل کر امریکی بالادستی کو چیلنج کرنے کے جرم میں معزول کیا جا چکا ہے۔۔ لیبیا کے معمر قذافی امریکی طفل تسلیوں پر ایٹمی پروگرام سے دستبرداری کی قیمت چکا رہے ہیں اور ان کے خلاف عوامی اور فوجی مہم جاری ہے۔ مصر میں حسنی مبارک پر مشکل وقت آیا تو واشنگٹن سے بچاؤ کے پیغام کی بجائے عوامی خواہش کے احترام میں اقتدار سے علیحدگی کا قیمتی مشورہ نازل ہوا۔۔ اسی طرح عراق میں 1969 میں عبدالکریم قاسم کی امریکہ مخالف حکومت کو صدام کی بعث بغاوت کے ذریعے کچل دیا گیا جس کے پیچھے CIA کا ہاتھ تھا۔ اسی زمانے میں انڈونیشیا میں سوکارنیو کی امریکہ مخالف حکومت کو بڑی چالاکی سے امریکہ حمایتی سوہارتو کی کے ہاتھوں یرغمال بنا دیا گیا۔ اور قطر میں شیخ حماد اسلامی رجحان رکھنے والے اپنے سگے والد کو جلاوطن کر کے اقتدار پر براجمان ہوا۔ سعودی عرب کے شاہ فیصل جبکہ پاکستان کے ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کی پراسرار ہلاکتوں کے پیچھے بھی امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے مقاصد ہی قرار دیئے جاتے ہیں۔ امریکہ کے سابق دوست اور آخری سالوں میں دشمن قرار دیئے جانے والے عراقی صدر صدام کی کہانی امریکی دوستی کی خاطر نشان عبرت بننے والوں کی سب سے بڑی مثال ہے۔ شاہ ایران اس خطے میں امریکہ کا سب سے قریبی ساتھی تصور کیا جاتا تھا۔ مغربی میڈیا اسے امریکی گورنر تک لکھتا رہا اور اس نے امریکی خوشنودی کی خاطر ملک کو روشن خیالی کی راہ پر ڈالا۔ اسلامی اقدار کو بزور ختم کر دیا گیا جبکہ مذہبی شعار کی پابندی کے باعث ہزاروں افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لیکن جیسے ہی ایرانی سرزمین پر خمینی انقلاب کا سورج طلوع ہوا امریکہ شاہ ایران کو بھول گیا۔ اس قریبی دوست کو سیاسی پناہ تک دینے سے انکار کر دیا گیا اور اس طرح امریکہ کا یہ اتحادی 1980ء میں جلاوطنی کے دوران مصر میں فوت ہو گیا اور دنیا کے لئے نشان عبرت بنا۔ یاسر عرفات ایک آزادی پسند جنگجو اور بہادر لیڈر سمجھا جاتا تھا۔ یاسر عرفات جیسے ہی امریکہ کی جانب سے قیام امن کے نام پر پھیلائے گئے جال میں پھنسا تو اس شخص کے باعث مسئلہ فلسطین کو انتہائی نقصان پہنچا۔ امریکی دوستی کے باعث ایک طرف اس کی عوامی مقبولیت ختم ہوگئی اور حماس کی طاقت بڑھی جبکہ دوسری جانب اسرائیل نے اس کی موت تک محاصرہ جاری رکھا اور یاسر عرفات امریکی دوستی کے قبرستان میں دفن ہو گیا۔ ایران کے امریکہ نواز سابق وزیراعظم ڈاکٹر مصدق نے جیسے ہی تیل کے ذخائر کو قومی ملکیت میں لینے کی کوشش کی تو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ یوگوسلاویہ کا آمر میلازووچ امریکہ اور یورپی یونین کی آشیرباد پر ہی بوسینیائی مسلمانوں کا قتل عام کرتا رہا لیکن جب مخصوص ایجنڈے کی خاطر اسے اقتدار سے محروم کیا گیا تو بعد میں اسے عالمی عدالت میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ نکاراگوا کے باغی لیڈر اناس تاسو نے کئی سال امریکی خفیہ ایجنسیوں کے

تعاون سے کمیونزم کے خلاف جنگ لڑی۔ جیسے ہی حکومت اس کی بغاوت پر قابو پانے میں کامیاب ہوئی اور اسے جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا تو امریکی دوستوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ اناس تاسو کو بار بار اپیلوں کے باوجود کہیں سیاسی پناہ نہ مل سکی اور جنگلوں پہاڑوں میں چھپتے چھپتے زندگی کی بازی ہار گیا۔ چلی کے بدنام زمانہ ڈکٹیٹر جنرل اگستو پنوشے کی کہانی بھی امریکی دوستی کے باعث ملنے والے دکھوں سے بھری پڑی ہے۔ اس ظالم شخص نے 17 برس تک عوامی خواہشات کا خون کیا۔ امریکی اشاروں پر مخالفت میں اٹھنے والی ہر تنظیم پر پابندی لگائی اور لاکھوں افراد کو قتل کرا دیا گیا۔ جنرل پنوشے امریکی دوستی پر فخر کرتا تھا لیکن جیسے ہی عوامی دباؤ پر اسے اقتدار چھوڑنا پڑا تو امریکہ نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ جنرل پنوشے دولت کے انبار کے ساتھ لندن پہنچا لیکن اسے گرفتار کر کے دس سال نظر بند رکھنے کے بعد اسے سن 2000ء میں واپس چلی کے حوالے کر دیا گیا۔ جہاں وہ مقدمات کا سامنا کرتے کرتے ہارٹ اٹیک سے مر گیا۔ امریکہ نے اپنے اس اتحادی کے لئے تعزیتی پیغام تک جاری نہ کیا۔ فلپائن کے سابق حکمران فرڈی ننڈ مارکس نے امریکی حمایت سے ہی حکومت حاصل کی اور اس کی پالیسیوں کا محافظ رہا۔ 1986ء میں اس کی حکومت گرا دی گئی تو ساتھ ہی امریکی دوستی کا قصہ تمام ہوا اور اسے ہونولولو میں ایک عام پناہ گزین کی طرح گزارا کرنا پڑا۔ انگولا کے جوناس سیومبی اور پانامہ کے جنرل نوریگا کا شمار بھی ان جنگجو لیڈروں میں ہوتا ہے جنہوں نے امریکہ کی جنگ لڑی لیکن ناکامی کی صورت میں انہیں یکسر بھلا دیا گیا۔ سابق صدر بش کی حکومت پاکستانی جنرل پرویز مشرف کی آمریت کی بھرپور حمایت کرتی رہی۔ اپوزیشن کے ساتھ سخت رویے کے باوجود انہیں ذاتی دوست کی حیثیت حاصل رہی۔ لیکن جیسے ہی پرویز مشرف سابق صدر ہوئے ہیں تو امریکی نمائندہ خصوصی رچرڈ ہالبروک کا کہنا تھا کہ وہ اب ماضی کا حصہ بن چکے ہیں اور انہیں سزا دینا پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔

آج ہم اس موڑ پر کھڑے ہیں کہ جہاں ہمیں امریکی دوستی کی زنجیر کو باندھے رکھنے یا پھر ملکی خودمختاری اور سلامتی میں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن نے ہمیں ایک بار پھر یہ سوچنے کا موقعہ فراہم کیا ہے دوستی اور مشترکہ مفادات کی بار بار رٹ لگانے والا امریکہ اپنے مفادات کی خاطر کس حد تک جا سکتا ہے۔ اگر تو ہماری قوم، ادارے، سیاستدان اور آنیوالی نسل ہر ہر موڑ پر ذلت اور رسوائی برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے تو پھر ہمیں شور شرابے اور احتجاج کو ترک کر کے وائٹ ہاؤس سے آنیوالے احکامات پر مکمل تابعداری سے توجہ دینی ہوگی۔ مختلف ممالک کے درجنوں حکمرانوں کے نشان عبرت بننے کے باوجود اب بھی بہت حکومت کرنے والے امریکی پالیسیوں پر چلنا پسند کرتے ہیں۔ عوامی مقبولیت کی بجائے قصر سفید کی غلامی پسند کرتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں اور نام نہاد لیڈرز کو یاد رکھنا چاہیے کہ امریکی دوستی ہمیشہ تباہی کا پیغام ہی لاتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیشہ ہی اقتدار کے مزے لوٹتے اور مقروض قوم کے خرچ پر دنیا گھومتے، وزارتوں کے مزے لوٹتے، سرکاری خرچ پر عیاشیاں کرتے، ٹیکسوں کی کمائی سے مہنگے ملبوسات خریدتے اور کرپشن کی دولت کو غیر ملکی بنکوں میں سنبھالتے حکمرانوں کو یہ بات اکثر سمجھ نہیں آیا کرتی۔